اللہ تعالیٰ کے حضور گرنے والے کے اعمال ضائع نہیں جاتے

(فرمودہ ۲۲- مئی ۱۹۱۴ء)

تشہّد و تعوّذاور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:-

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ- وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ- وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ[1]-

اس کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے حضور جو شخص گرتا ہے اور پناہ چاہتا ہے' خواہ وہ کسی قوم کا یا کسی مذہب کا یا کسی ملک کا ہو اس کے اعمال ضائع نہیں جاتے- یہ صرف تنگدل اوران لوگوں کا کام ہے جو وسعت حوصلہ نہیں رکھتے اور جن کی شفقتیں اور عنایتیں اپنے رشتہ داروں' بھائیوں اور بیٹوں کیلئے مخصوص ہوتی ہیں' ایسے لوگوں کی نظریں اپنے لواحقین تک ہی محدود رہتی ہیں- لیکن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے- انسانوں میں سے کوئی شام کا ہو یا عرب کا' ایران کا ہو یا مصر کا' ہندوستان کا ہو یا انگلستان کا' ایشیاء کا ہو یا یورپ کا غرض کسی جگہ کا رہنے والا ہو وہ خدا کی مخلوق ہے- پھر انسان ہی نہیں بلکہ جمادات اور نباتات بھی خدا ہی کی مخلوق ہیں- تو جب سب کچھ اسی کا ہے تو صرف ایک خاص گروہ سے اللہ تعالیٰ کا تعلق کس طرح

ہوسکتا ہے ؟ اس کا تعلق تو ہر ایک چیز سے ایک جیسا ہی ہے- اس لئے جو کوئی بھی اس کے حضور گر جائے اور اس کے دین کی خدمت کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے وہ کبھی ضائع نہیں ہوسکتا ہے- ہر زمانے میں ایسے آدمی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو مار کر خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا ہے- اور پھر ان کو بڑی بڑی کامیابیاں بھی نصیب ہوئی ہیں- یہی ہندوستان دیکھ لو اور ہندوؤں کی حالت پر نظر کرو- جو اب پتھر کے بت اپنے ہاتھوں سے بنا کر ان کے آگے گرتے ہیں حالانکہ پتھر کی جو کچھ حیثیت ہے وہ ان کو خوب معلوم ہے- رسول کریم ﷺ کے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ مجھے بت پرستی سے اس طرح نفرت ہوئی کہ میں ایک دفعہ سفر کو چلا اور بت کو اپنے ساتھ لیا- راستے میں مجھے ایک جگہ سے کوئی چیز لانے کی ضرورت پڑی- میرے پاس بوجھ تھا' میں نے بوجھ کو رکھ کر اس کے پاس بت کو کھڑا کر دیا اور کہا کہ میرے مال کی حفاظت کرتے رہنا- لیکن جب مَیں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گیدڑ ٹانگ اٹھا کر اس کے سر پر پیشاب کر رہا ہے-میں نے خیال کیا کہ مَیں اس کو پوجتا ہوں جس کو اتنی بھی طاقت نہیں کہ گیدڑ کی ٹانگ توڑ دے تو اس نے مجھے کیا فائدہ پہنچانا ہے- مجھے اس سے ایسی نفرت ہوئی کہ مَیں نے اسی وقت اس کو توڑ دیا [۲]-

یہ تو بتوں کی طاقت ہے لیکن ہمیں دیکھنا یہ چاہیئے کہ ان ہندوؤں کی ابتداء کہاں سے شروع ہوئی ہے- انہی بت پرستوں کے اندر ہمیں ایسے ایسے بہت سے نام ملتے ہیں جن کی وفات پر ہزاروں سال گزر گئے ہیں لیکن اب بھی کروڑوں انسان ان کے نام پر اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں-اور ایسی قوم میں جو پتھر ایسی بے حقیقت چیز کے آگے سجدہ کرتی ہے ان کی عزت و توقیر چلی آتی ہے- پارسیوں میں' زرتشتیوں میں' بدھوں میں' یہودیوں میں' غرضیکہ ہر ایک قوم میں ایسے آدمیوں کے نام پائے جاتے ہیں جنہوں نے خدا سے تعلق پیدا کیا- اور باوجودیکہ اب وہ قومیں گر گئی ہیں لیکن ان کے نام میں' عزت میں اور توقیر میں کوئی فرق نہیں آیا-

وہ لوگ جو حُریّت کا دَم بھرنے والے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کی ماتحتی نہیں کر سکتے یعنی اہل یورپ ان کی بھی مسیح کے نام پر گردنیں جھک جاتی ہیں-اور مسیح کا نام لکھتے وقت Our Lord ہی لکھتے ہیں-مسلمان خواہ کتنے ہی شریر' بدکار' زانی' فاسق' فاجر کیوں نہ ہوں لیکن جب آنحضرت ﷺ کا نام آئے گا تو بے اختیار ان کے منہ سے ﷺ کا کلمہ جاری

ہو جائے گا۔

ہر ایک قوم میں نذیر کیوں آئے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم یہ سمجھے کہ ہمارے ساتھ بھی کسی وقت الٰہی تعلق رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی عنایات کسی خاص قوم سے وابستہ نہیں ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ہر ایک قوم کے پاک آدمیوں کے ناموں کو زندہ رکھا۔ چوہڑوں اور چماروں کو ہی دیکھو ان میں بھی ایسے آدمی گزرے ہیں۔ لال بیگ وغیرہ نام اب تک ان کی زبانوں سے سنے جاتے ہیں لیکن چونکہ ان کو بہت مدت گزر گئی ہے اس لئے کہ گرتے گرتے اس حالت تک پہنچ گئے ہیں۔ ان کی سیاست کا زمانہ ہندوؤں سے پہلے کا تھا۔ہندو چونکہ ہندوستان کے اصلی باشندے نہیں ہیں اس لئے جب یہ یہاں آئے توانہوں نے اصلی باشندوں کو اپنا غلام بنالیا اوراپنا تمام کام کاج ان سے کروانے لگ گئے اس لئے یہ سخت رذیل ہوگئے۔ سانسی بھی ان میں ہی ایک قوم ہے جو کہ جوتی نہیں پہنتے وہ کہتے ہیں کہ جب اپنی حکومت ہوگی تب جوتی پہنیں گے۔ جس سے معلوم ہوتاہے کہ کسی زمانہ میں یہ قوم بھی صاحبِ حکومت رہ چکی ہے اور اب انہوں نے جوتی نہ پہننااپنی حکومت کے مٹنے کا نشان رکھا ہواہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سانسی جو نظرِ حقارت سے دیکھے جاتے ہیں وہ تو اپنا قومی نشان رکھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ملک پر ملک تباہ ہورہے ہیں اور ان کو پرواہ تک نہیں۔

سکندر بہت بڑا بادشاہ گزرا ہے اب بعض لوگ اسے گالیاں دیتے ہیں لیکن کسی کو پرواہ بھی نہیں ہے کہ کوئی کیا کہتاہے۔ لیکن اگر ان لوگوں کو جنہوں نے خدا سے تعلق پیدا کیا تھا کوئی بُرا بھلا کہے توہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسان اپنی جانیں قربان کردیں گے۔ مسیح وہی تو تھا جس کو یہودیوں نے پکڑ کر سولی پر لٹکادیا تھا۔ اور سکندر وہ تھا جو جہلم تک ملک فتح کرتا چلا آیا لیکن اس کو اگر کوئی بُرا کہے تو کوئی بُرا نہیں مناتا۔لیکن مسیح کے خلاف بہت سے لوگ ایک بات بھی نہیں سن سکتے۔ یہی وہ بیّن فرق ہوتاہے۔ اللہ سے تعلق رکھنے والوں کے نشانوں کو کوئی نہیں مٹاسکتا۔

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ خداسے تعلق پیدا کیا اور فرمانبرداری کی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خداتعالیٰ نے ان کو بڑی ترقی دی اور ان میں سے نبی ہوئے لیکن آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں انہوں نے اطاعت چھوڑدی اس لئے ذلیل ہوگئے۔ موسیٰ علیہ السلام کون تھے؟ ایک یہودی تھے۔ ہارون علیہ السلام کون تھے۔ ایک یہودی تھے۔ مسیح

علیہ السلام کون تھے ایک یہودی تھے اور وہ بھی یہودی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کا مقابلہ کیا تھا- لیکن ان کا اب کوئی نام بھی نہیں جانتا- اور ان کے نام لینے والے اس وقت کثرت سے موجود ہیں- قومیت کے لحاظ سے یہ اور وہ ایک ہی تھے' مگر انہوں نے چونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا تھا اس لئے ان کے نام اب تک قائم ہیں- اور انہوں نے ایک رسول کا مقابلہ کیا تھا اس لئے ان کے نام صفحۂ دنیا سے محو ہوگئے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل دیکھو تم پر ہم نے بڑے بڑے انعام کئے تم میری نعمتوں کو یاد کرو میں نے تم کو کُل جہان پر فضیلت دی تھی- یہودیوں پر ایک ایسا زمانہ آیا تھا کہ اس وقت کوئی ان کا مقابلہ کرنے والا صفحۂ روزگار پر نہ تھا- دنیا کے بہت بڑے حصے پر ان کی حکومت تھی- حتیٰ کہ اس وقت انہوں نے فرمانبرداری کی تھی' لیکن جب یہ اس سے علیحدہ ہوگئے تو ذلیل ہوگئے-

اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ- اس آیت کے متعلق لوگوں کو بہت دھوکا لگا ہے کہ خداتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تمام امتوں پر فضیلت دے دی حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کی امت پر بھی ان کو فضیلت ہے حالانکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو فضیلت دی اور کہیں ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو- جس کے یہ معنے ہیں کہ ان کو اپنے اپنے زمانہ میں سب قوموں سے فضیلت تھی- ایک مجلس میں اگر کسی آدمی کو کہا جاوے کہ یہ سب سے بڑا ہے تو اس کے معنے یہی ہوں گے کہ ان مجلس میں بیٹھے ہوئے آدمیوں سے بڑا ہے نہ کہ سارے جہان کے آدمیوں سے بڑا ہے- اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرماتا ہے ہے کہ ہم نے تم کو اپنے زمانہ میں بڑی فضیلت دی تھی اور کوئی تمہارا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا- لیکن اب تم نے نبی کا مقابلہ کیا ہے اس لئے تم کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وَ اتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّ لَا یُقۡبَلُ مِنۡہَا شَفَاعَۃٌ وَّ لَا یُؤۡخَذُ مِنۡہَا عَدۡلٌ وَّ لَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ- یعنی اس دن سے ڈرو جس دن کہ کوئی نفس کسی نفس کے کام نہیں آئے گا اور نہ شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ بدلہ لیا جاوے گا' اور کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوگا- مصیبت کے وقت سب رشتے دار' دوست آشنا چھوڑ دیتے ہیں اور بعض ایسی مصیبتیں ہوتی ہیں کہ ان میں کوئی کچھ مدد بھی نہیں دے سکتا- اور اے بنی اسرائیل وہ وقت تمہیں یاد نہیں جبکہ تم فرعون کے ماتحت تھے اور وہ تمہیں دکھ دیتے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اس میں تمہارے اوپر ابتلاء تھا-

اللہ تعالیٰ نے ان کو پچھلے مصائب یاد دلائے کہ تمہاری کیا حالت تھی لیکن جب تم نے نبی کی فرمانبرداری کی تو آرام و آسائش میں ہوگئے۔ اب بھی نبی آیا ہے اگر اس کی اطاعت کروگے تو پھر وہی انعامات تم پر کئے جاویں گے۔ ورنہ پھر اسی طرح کردیئے جاؤ گے۔قوم فراعنہ ان پر بڑے ظلم کرتی تھی اور چونکہ فرعون کے لوگ اصل مصری باشندے نہ تھے اس لئے ان کو ہر وقت خطرہ رہتا تھا کہ ہم سے کوئی ملک نہ چھین لے اس لئے وہ باہر سے آنے والی قوموں سے لڑتے رہتے تھے۔ جس طرح ہندوستان پر جب یورپ کی مختلف قوموں نے قبضہ کیا تو وہ آپس میں ہی لڑتے رہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اصل باشندے تو اس قابل نہیں کہ مقابلہ کرسکیں۔اگر کسی سے خطرہ ہوسکتا ہے تو وہ باہر سے آنے والوں سے ہی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح فرعون کی قوم نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے بچے قتل کردیئے جایا کریں تاکہ ان کی تعداد کم ہوتی جاوے۔ بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے مصر میں آنے کے بعد بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے البتہ فرعون نے اس قسم کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن وہ اس وقت اس میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے اصل باشندے بہت کمزور اور ذلیل حالت میں تھے۔ کیونکہ وہ ان سے ڈرتے نہیں تھے اور باہر والوں سے لڑتے رہتے تھے۔

خدا تعالیٰ نے یہاں یہ لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ۔ یعنی ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ یُذَبِّحُوْنَ رِجَالَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ کہ تمہارے مردوں کو قتل کرتے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور نہ اس طرح فرمایا کہ لڑکوں کو قتل کرتے اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے اس میں یہ حکمت ہے کہ جو لڑکا قتل ہوجاتا ہے اس کی وہی عمر رہتی ہے اور وہ کسی کا باپ نہیں بن سکتا۔ بیٹا ہی رہتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کی وہی عمر بیان فرمائی ہے اور چونکہ وہ لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے جو کہ بڑی ہو کر ان کی بیویاں بنتی تھیں اور عورتیں ہی بنانے کو وہ مد نظر رکھتے تھے اس لئے ان کی اصل عمر بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم حکومت کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے وہ تم پر ظلم کرتی تھی لیکن ہم نے تم کو چھڑایا۔ اور یہ تم پر انعام کیا کہ ایسی خطرناک حکومت سے نکال کرلے آئے۔ اب اگر نبی کی اطاعت نہیں کروگے تو پھر اسی طرح کردیئے جاؤ گے۔

اس زمانہ میں بھی خداتعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایاہے گو لوگ نبی کے لفظ سے گھبراتے ہیں مگر مَیں سمجھتاہوں کہ اگر ہم میں نبی نہیں آیا تو مرنے کا مقام ہے۔ مجھے خود اللہ تعالیٰ نے بغیر فرشتہ کے واسطہ کے بتایاہے کہ تم میں ایک نبی آیا ہے اور آئندہ بھی آئیں گے۔ مَیں تو کبھی اس سے انکار نہیں کرسکتا مَیں اس بات کو نہیں سمجھ سکتا کہ ایک امتی نبی کی عزت بڑھ جاتی ہے لیکن اس کی نبوت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی۔ ایک موٹی مثال سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ مثلاً زید کو کہیں سے گرے پڑے دس ہزار روپے مل جائیں اوربکر کو عمر دس ہزار روپے دے دے۔ تو اس طرح جس نے بکر کو روپے دیئے ہیں اس کا تو مرتبہ بڑھ گیا ہے۔ لیکن لینے والا مال کے لحاظ سے اس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ جس کو گرے ہوئے روپے مل گئے ہیں۔ کیونکہ اس کے پاس بھی دس ہزار روپیہ ہے اور دوسرے کے پاس بھی دس ہزار ہی۔ مسیح موعود کے امتی نبی ہونے کی وجہ سے رسول کریم ﷺ کا رتبہ تو بڑھ گیا ہے لیکن مسیح موعود علیہ السلام کے نبی ہونے میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوسکتی۔

ہم میں بھی خداتعالیٰ نے ایک شخص کو مبعوث فرمایا ہے جس نے لوگوں کو بدبختیوں' وساوس' بدیوں اور بدکاریوں کی قید سے چھڑایا ہے۔ فرعون تو بچوں کو قتل کرتا اور عورتوں کو قید کرتا تھا لیکن اس زمانہ میں عورتیں' مرد' بچے' بوڑھے اور جوان سب تباہ ہورہے تھے۔ بنی اسرائیل تو فرعون کی قید میں تھے لیکن آج کل لوگ شیطان کی قید میں تھے۔ علم کی جہالت نے' آزادی کی جگہ غلامی نے لے رکھی ہے۔ ان قیدوں سے ہمیں ایک شخص نے چھڑایاہے۔ اگر ہم اس سے تعلق قائم رکھیں گے تو فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ میں شام ہوجائیں گے۔ ورنہ جو لوگ قطع تعلق کریں گے ان کو وہی حال ہوگا جو کہ یہودیوں کا ہواتھا۔ سو تم اس تعلق کو مضبوط کرو۔ اور جس قدر ہوسکے مونہوں سے' ہاتھوں سے' پاؤں سے' دانتوں سے اس رسی کو مضبوط پکڑے رہو۔ خداتعالیٰ بڑی آسانیاں پیدا کردے گا اور تم پر کامیابیوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ کوئی قوم دنیا میں تمہارا مقابلہ نہیں کرسکتی کیونکہ تم نے ایک رسول اور نبی کو مانا ہے اور دوسروں نے انکار کیا ہے۔ خداتعالیٰ نے تمہیں خزانے میں داخل کردیا ہے لیکن وہ باہر ہی بیٹھے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مال دینے کا وعدہ کیا تھا۔ پھر ایک دن جب بہت سامال آیا تو آپؐ مسجد میں بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ آپ جس قدر مال

اٹھا سکتے ہیں لے جائیے حضرت عباس نے چادر میں اس قدر مال ڈال لیا کہ یا رسول اللہ! مدد کریں- آپ نے فرمایا کہ نہیں خود ہی اٹھائیے- پھر حضرت عباسؓ نے کچھ کم کیا اور پھر بھی نہ اٹھا کر لے جا سکے- اور گھسیٹتے گھسیٹتے باہر لے گئے اور کہنے لگے کہ جب رسول کریم ﷺ نے موقعہ دیا ہے تو مَیں کیوں کمی کروں[۳] - تم کو بھی خدا تعالیٰ نے موقعہ دیا ہے جس قدر تم لے سکتے ہو لے لو- تمہارے لئے روحانیت معرفت اور خدا تعالیٰ کے قرب کے دروازے کھل گئے ہیں- تم سے جتنا بھی ہو سکے اس مال کے سمیٹنے کی کوشش کرو' ایسا نہ ہو کہ وقت جاتا رہے- ہم سب کو اللہ تعالیٰ سمیٹنے کی توفیق دے اور نیک بندوں میں داخل کرے-

(الفضل ۲۷- مئی ۱۹۱۴ء)

۱؎ البقرۃ:۴۸ تا ۵۰

۲؎ اس صحابی کا نام زمانہ جاہلیت میں غاوی بن ظالم السلمی تھا جسے آنحضرت ﷺ نے ان کے قبول اسلام کے بعد بدل کر راشد بن عبداللہ کردیا- اس واقعہ کے متعلق حضرت راشد بن عبداللہ نے یہ شعر بھی کہا-

ءَرَبٌّ یَبُوْلُ الثُّعْلُبَانُ بِرَأْسِہٖ لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَیْہِ الثَّعَالِبُ-

یعنی کیا وہ بت خدا ہو سکتا ہے جس کے سر پر گیدڑ پیشاب کریں- حقیقتاً وہ بُت تو ذلیل ترین ہے- جس پر گیدڑ پیشاب کریں- بعض کے نزدیک یہ شعر حضرت ابوذر غفاری یا عباس بن مرداس کا ہے- (لسان العرب جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ بیروت لبنان ۱۹۸۸ء) اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۵۸' ۱۵۹ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ میں بھی ملتا ہے- اور وہاں عمرو بن الجموح صحابی کی طرف منسوب ہے-

۳؎ بخاری کتاب الجزیۃ ماا قطع النبی ﷺ من البحرین وما وعد من مال البحرین ....-